JOURNAL OF RESEARCH (URDU)

ISSN (Print): 1726-9067, ISSN (Online):1816-3424
Volume No. 39, Issue No.02

JOURNAL'S PROFILE

Journal of Research (Urdu) is a bi-annual "Y" category journal approved by Higher Education Commission of Pakistan.
It started in 2001 from Bahauddin Zakariya University, Multan (Pakistan). At that time, it was owned by the Faculty of Languages & Islamic Studies. Later in 2008, Higher Education Commission of Pakistan recognized it as a research journal of Urdu in Category "Z". Since then, it is owned by the Department of Urdu, BZU, Multan. In 2014, it was upgraded and accepted for Category "Y".

CONTACT

Dr. Muhammad Khawar Nawazish
Editor, Journal of Research
Department of Urdu, BZU Multan-60800

MOBILE:
+92 300 9561745

WEBSITE:
https://jorurdu.bzu.edu.pk/website/

EMAIL:
jorurdu@bzu.edu.pk
khawarnawazish@bzu.edu.pk

ADDRESS

Office of the Journal of Research (Urdu), Department of Urdu, Bahauddin Zakariya University, Multan

TITLE OF THE PAPER

توتا کہانی: نوآبادیاتی بیانیہ کے تناظر میں ایک پڑھت

AUTHOR(S)

*Iqra Ghafar
Lecturer, Department of Urdu, Ghazi University, DGKhan

**Irfan Haider
PhD Scholar, Department of Urdu, BZU, Multan

***Laraib Zia
MPhil Scholar, Department of Urdu, Ghazi University, DG Khan

CONTACT

iqraghaffar7866@gmail.com

HISTORY OF THE PAPER

Received on: 31-10-2023
Accepted on: 30-12-2023
Published on: 31-12-2023

DETAIL(S)

Volume No. 39, Issue No. 02, Page No: 216-228
Publisher:
Department of Urdu, Bahauddin Zakariya University
Multan (Pakistan)-60800

LICENSE

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License

COPYRIGHT

©The author(s) 2023. ©Journal of Research (Urdu) 2023.
This publication is an open access article.

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 39, Issue No. 2, December 2023

*اقرا غفار، **عرفان حیدر، ***لاریب ضیا

توتا کہانی: نوآبادیاتی بیانیہ کے تناظر میں ایک پڑھت

Tota Kahani: A Reading in the Context of Colonial Narrative

ABSTRACT

In Urdu literature, translations of many stories were published under Fort William College. "Tuta Kahani" is also a compilation of Syed Haider Bakhsh Haidari of the same period when the European imperialism was making its deep impression on the Indian society and various books were tranlsated written by the Indian writers to understand the thinking perspective of Indian society. In this story the role of British Empire as a colonizer is reflected and the rules and laws that were set up to keep the native indians in slavery. This paper examines these perspectives.

KEYWORDS

Colonialism, Story, imperialism, European, Slavery

"توتا کہانی" سید حیدر بخش حیدری کی داستان ہے جس کا سن تصنیف 1215ھ بمطابق 1801ء تحریر کیا گیا ہے۔ یہ داستان حیدر بخش حیدری کی اپنی تخلیق نہیں ہے بلکہ یہ محمد قادری کے "طوطی نامہ" کا اردو ترجمہ ہے۔ خود حیدر بخش حیدری اس کا ماخذ ضیاءالدین بخشی کے "طوطی نامہ" کو قرار دیتے ہیں۔ اس حوالے سے وہ "توتا کہانی" کے دیباچے میں لکھتے ہیں:۔

> "محمد قادری کے طوطی نامے کا جس کا ماخذ 'طوطی نامہ' ضیاءالدین بخشی ہے زبان ہندی میں موافق محاورہ اردوئے معلےٰ کے نثر میں موافق عبارت سلیس و خوب و الفاظ رنگین و مرعوب سے ترجمہ کیا۔"(1)

اس داستان کو گلکرسٹ کی فرمائش پر اردو کے قالب میں ڈھالا گیا تھا۔ "توتا کہانی" کے دیباچے میں حیدری اس کا تذکرہ کرتے ہیں کہ وہ اس وقت کے حاکمِ وقت کی خدمت میں یہ کتاب ترجمہ کی صورت میں پیش کر رہے ہیں۔

Published by:
Department of Urdu
Bahauddin Zakariya University, Multan (Pakistan)-60800
Website: https://jorurdu.bzu.edu.pk/website/

مارکولس ولزلی گورنر جنرل کے علاوہ گلکرسٹ کا ذکر بھی بہت مودبانہ انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ موجودہ حالات و واقعات کو مدنظر رکھتے ہوئے اس داستان کا مختصر تعارف اشاعت سے قبل گلکرسٹ کی بیاض ہندی کی زینت بنا۔ مختار الدین احمد اس ضمن میں لکھتے ہیں:۔

> "1215ھ/1801ء توتا کہانی یہ حیدری کی سب سے مشہور کتاب میں ہے یہ کتاب جو گلکرسٹ کی فرمائش پر لکھی گئی تھی۔۔۔۔اس کا اختصار پہلے گلکرسٹ کی بیاض ہندی میں چھپا پھر پوری کتاب فورٹ ولیم کالج کی طرف سے 1804ء میں شائع ہوئی۔"(2)

"توتا کہانی" کے متن کا جائزہ لینے سے پہلے اگر حیدر بخش حیدری کے سوانحی حالات پر نظر ڈالی جائے تو جتنے کوائف اس ضمن میں تحقیق جستجو کے بعد سامنے آتے ہیں۔ ان کے مطابق حیدری مالی مشکلات کا شکار رہے اور اس سلسلے میں ان کو کبھی کسی استاد کی سرپرستی حاصل رہی تو کبھی کسی عزیز و اقارب کی دل جوئی۔ مگر فکرِ معاش کی بدولت ان کی تعلیم کا سلسلہ جاری نہ رہ سکا۔ معاشی مسائل نے ہی ان کو کلکتہ کا سفر کرنے پر آمادہ کیا۔ جن دنوں حیدری نے شاعری کا شغف شروع کیا اسی دور میں فورٹ ولیم کالج کی شہرت بھی دور تک پھیل رہی تھی۔ اسی قسمت آزمائی کے تحت انہوں نے بھی کلکتہ کا رخ کیا۔ کلکتہ کے صاحبان وقت فنکاروں کی قدردانی کے لیے مشہور تھے۔ اسی بات کو مدنظر رکھ کر حیدری نے بھی قصہ مہر و ماہ کو خالصتاً اردوئے معلیٰ کی نثر کے قالب میں گلکرسٹ کو پیش کیا۔ اسی کی پسندیدگی حیدری کو فورٹ ولیم کالج کے در و دیوار میں لے آئی اور حیدری بطور منشی فرائض سرانجام دینے لگے۔

گلکرسٹ کی فرمائش پر "طوطی نامہ" کو اردو کے پیرائے میں حیدری نے خوبصورتی سے ڈھالا۔ "توتا کہانی" کے متن کا جائزہ لینے پر معلوم ہوتا ہے کہ اس داستان کو ایک خاص مقصد کے تحت اردو کے قالب میں سمویا گیا تاکہ اس ہندوستانی ثقافت اور ذہنیت کا مطالعہ کیا جا سکے جس ہندوستان پر نوآبادکار اپنی نوخیز تجارتی پالیسیوں کو رواں دواں رکھنے کے لیے فکرمند تھا اور ان کا استحکام چاہتا تھا۔ طاقتور اپنی اجارہ داری قائم کرنے کے لیے مختلف قسم کے حربے استعمال کرتا ہے۔ نوآبادیاتی دور میں ایک خاص قسم کا ڈسکورس حاوی نظر آتا ہے جس کے مطابق سفید فام خود کو اعلیٰ نسل، تعلیم یافتہ، مہذب، عقل مند اور شائستہ تصور کرتا ہے اور سیاہ فام یا گندمی رنگت رکھنے والا اس کے نزدیک

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 39, Issue No. 2, December 2023

اجڈ، گنوار، کم تعلیم یافتہ، غیر مہذب، بیوقوف اور رذیل ہے۔ نوآبادکار کے ہاں یہ سیاہ فام وہ غیر/ دوسرا ہے جس کے لیے postcolonial terms میں ”The other“ کا لفظ مستعمل ہے۔ اس غیر/ دوسرے کو تہذیب سکھانا، تعلیم یافتہ بنانا، اخلاقیات سکھانا نوآبادکار کا پہلا اور بنیادی فریضہ ہے جس کے لیے اس کو باقاعدہ لٹریچر کی ضرورت ہوتی ہے۔ ایسا ہی لٹریچر نوآبادکار یا طاقتور کے ہاں اس وقت موجود تھا جب ایسٹ انڈیا کمپنی ہندوستان کے لوگوں کو تعلیم دینے کا انتظام کر رہی تھی۔ فورٹ ولیم کالج میں ترجمہ ہونے والی کتب کا مقصد ہندوستانی تہذیب و معاشرت سے روشناس ہونا تھا۔ ان داستانوں کے تراجم کے بعد ہی انگریز نوآبادکار کو یہ جان کاری حاصل ہوئی کہ ہندوستانیوں کو مزید کتنے عرصے تک غلامی کے شکنجے میں رکھا جا سکتا ہے۔ ”توتا کہانی“ دراصل خاص بیانے کی طرف متوجہ کرتی ہے۔ یہ داستان صرف تین کرداروں پر مشتمل ہے جس میں دو کردار میاں اور بیوی کے ہیں اور تیسرا کردار طوطے کا ہے۔ میاں (میمون) سیر کی غرض سے شہر سے باہر کا رخ کرتا ہے اور اپنی بیوی (خجستہ) کو اس طوطے کے سپرد کرتا ہے جو ماضی، حال اور مستقبل کا علم رکھنے والا ہے۔ طوطے کے ساتھ ایک مینا بھی گھر پر موجود ہوتی ہے۔ داستان کا آغاز طوطے کی پیشن گوئی سے ہوتا ہے جو کہ سچ ثابت ہوتی ہے۔ یہ وہ ہندوستانی فرد کی ذہنیت ہے جو نیک اور بدشگون پر یقین رکھتی ہے اور مستقبل کا حال ایک پرندے سے دریافت کرتی ہے۔ دراصل یہی اعتقادات اس عہد کا خاصہ تھے جو داستان میں میمون کے کردار کے توسط سے سامنے آتے ہیں۔ طوطے کے اس ہنر کی بدولت میمون اس کو خریدنے پر مجبور ہو جاتا ہے۔

> ”اسواسطے کہ سوائے خوشگوئی کے کئی ہنر مجھ میں عجیب ہیں۔ شمہ اس کا یہ ہے کہ میں حقیقت ماضیہ اور مستقبل اور حال کی کہتا ہوں اگر حکم ہو تو ایک بات فائدہ کی عرض کروں۔“(3)

حیدر بخش حیدری سے ترجمہ کروائے گئے اس متن کے پیچھے نوآبادکار کی وہی سوچ کارفرما ہے کہ ہندوستانی باشندوں کو سمجھا جائے۔ ان کے اعتقادات کا براہِ راست مطالعہ کیا جائے۔ ان کی تہذیب و معاشرت کی جانچ پڑتال کی جائے۔ میمون کا کردار اسی ضیعف الاعتقادی کا ثبوت مہیا کرتا ہے۔ برصغیر کے لوگ جو نوآبادیاتی دور میں مقامی باشندے کہلاتے تھے۔ ان کے فن اور نجی زندگی میں عورت کی خوبصورتی اس کا حسن اور اس کا کردار بہت شدت سے

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 39, Issue No. 2, December 2023

دکھائی دیتا ہے۔ ان کی تمام شاعری خالصتاً نسوانی حسن کی قصیدہ آرائی پر مبنی ہے اور یہ مقامی باشندہ عورت کے حسن کا شیدائی نظر آتا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ عورت سے جڑے عصمت، عزت، غیرت، وفا کے تصورات کی مالا جپتے بھی نظر آتا ہے۔ اسی عورت کو اخلاقیات کا سبق سکھانے کی غرض سے میمون، طوطا اور مینا کو ایک ساتھ اپنے گھر لے آتا ہے۔ اور شہر سے باہر جاتے ہوئے ان کو اپنی بیوی اور گھر کی خبر گیری کے لیے کہتا ہے۔ اس کے ساتھ خجستہ کو بھی یہ کہتا ہے کہ طوطے سے مشورہ کیے بغیر کوئی کام نہ کرنا ان کی ہر کہی ہوئی بات کو سچ تسلیم کرنا اور ان کی فرمانبرداری سے غافل نہ ہونا۔

> "بعد میرے جو تجھے کام کرنا ہے سو بے مصلحت ان دونوں کے ہرگز نہ کرنا بلکہ جو کہیں اس کو سچ جاننا اور ان کی فرمانبرداری سے باہر نہ ہونا۔" (4)

طوطا ایک ایسا پرندہ ہے جو ہر وہ بات سیکھ سکتا ہے جو اس کو انسان سکھاتا ہے۔ وہ وہی لفظ اور جملے حتیٰ کہ زبان بھی بولتا ہے جو اس کا مالک اس کو رٹوا دیتا ہے۔ طوطا اس داستان میں ایک بلیغ علامت ہے۔ طوطے کا کردار اس انگریز نوآبادکار کا نمائندہ ہے جو اس وقت ہندوستان اور اس کے باشندوں کو سونے کی چڑیا سمجھ کر اپنی طاقت کو لاگو کرنے کے مختلف ہتھکنڈے استعمال کرتا ہے۔ طوطے کی بولی کی زبان دراصل اسی مالک کی زبان ہے جو اس وقت حاکم ہے اور یہ طے کر رہا ہے کہ ہندوستانی عورت کو اخلاقیات سکھانے کا کام صرف طوطا ہی کر سکتا ہے کیونکہ وہ وہی بولے گا جو نوآبادکار اس کو سکھائے گا اور ہندوستانی ذہن اس بات پر راضی ہے کہ طوطا واقعتاً عورتوں کے اخلاق سنوارنے کے ساتھ ساتھ، ان کو معاشرتی برائیوں سے روک بھی سکتا ہے۔ طوطا، عقلمند اور ہوشیار ہے۔ یہی عقلمندی وہ خجستہ کو سکھاتا ہے۔ خجستہ جو کہ شوہر کے جانے کے بعد کسی اور مرد محبوب سے دل لگی کرتی ہے اور اس سے ملاقات کی خواہش مند نظر آتی ہے۔ طوطا اس کو مینا کی طرح ایسا کرنے سے براہِ راست روکتا نہیں کیونکہ مینا کے ایسے روکنے سے خجستہ اس کو موت کے گھاٹ اتار دیتی ہے۔ طوطا ہوشیاری دکھاتے ہوئے اس کو روز ایک داستان سناتا ہے اور کبھی حکایت سناتا ہے۔ طوطے کا داستان یا حکایت سنانا بھی اس عہد کے ہندوستانیوں کی مصروفیات کی زبان کی عکاسی ہے کہ یہ مقامی باشندے کہانیوں، داستانوں کے سہارے زندہ رہنے والے لوگ عمل سے عاری ہیں۔ محنت و مشقت کا گزران کے ہاں نہیں بلکہ ضعیف الاعتقادی ان کی جڑوں میں پیوست ہو چکی ہے۔ یہاں کی عورت بھی حسن کی دیوی بن کر محبوب

سے وصال کی خواہش مند نظر آتی ہے۔ عقل سے عاری مشرقی ہندوستانی عورت کی تصویریں داستان میں بار بار ابھرتی ہیں اور یہاں کے مقامی باشندے مرد بھی اسی زبان سے جڑے وفا، محبت، دغا بازی اور وصال کے منتظر، ہجر میں روتے دھوتے نظر آتے ہیں۔اس کم عقل کو عقل مند بنانے کا کام طوطے کو سونپا جاتا ہے۔اس کو وفا شعار بنانے کے لیے بھی وہ کئی قسم کے حیلے بہانے کرتا نظر آتا ہے۔ یہ اس ہندوستان کا منظر نامہ ہے جو مختلف توہمات میں گرفتار، داستانوں، کہانیوں سے جی بہلاتا، مافوق الفطرت عناصر سے مدد کا منتظر ہے۔ جہاں عقل کا کوئی سروکار نہیں منطق کی کوئی بات نہیں۔ سلسلہ در سلسلہ منتقل ہوتی حکایتیں اور کہانیاں ہی ان کی زندگی کا کل سرمایہ ہیں۔ان حکایتوں میں اخلاقی سبق بھی موجود ہے مگر ان کا اطلاق ہندوستانی معاشرے میں کہیں نظر نہیں آتا۔اس منظر نامے کو دیکھنے اور جاننے کا تجسس نوآبادکار کے ہاں نظر آتا ہے۔ اسی غرض سے وہ ایسی داستانوں کا انتخاب کرتا ہے جو ان کے حق میں بہتر اور معاون ہوں۔ طوطا نوآبادکار کی اس حکمت عملی کی ترجمانی کرتا ہے جس کے مطابق نوآبادکار کی آمد مقامی باشندے کے مہذب اور شائستہ بنانے کی غرض سے ہوتی ہے اور یہی نوآبادکار اس کے اخلاق سنوارنے کا اور معاشرتی برائیوں کو ختم کرنے کا واحد ذریعہ ہے جس کی اطاعت اور فرمانبرداری مقامی باشندے پر فرض ہے۔ نوآبادیاتی عہد میں طاقت کی اجارہ داری کا تصور اسی طور سے مضبوط ہوتا ہے اور طاقتور کا جاری کردہ بیانیہ اس عہد کی واحد اور مطلق سچائی ہوتا ہے۔ یہی غرض طوطے کے متعلق میمون کرتا ہے کہ اس کے کہے کو سچ جاننا اور اس کی فرمانبرداری کرتی رہنا۔ طوطا خجستہ کو دغا بازی سے دور رکھتا ہے اور جو داستانیں اس کے گوش گزار کرتا ہے۔اس میں زیادہ تر کردار بادشاہوں کے ہوتے ہیں۔ ان میں سے ایک اور بیانیہ جنم لیتا ہے کہ بادشاہ یا مقتدرہ طبقے کی خوشنودی کیسے حاصل کی جائے اور ان کے لیے جان قربان کرنے سے بھی دریغ نہیں کرنا چاہیے۔ بادشاہ کا اپنی رعایا پر اتنا حق ہے کہ وہ اس کی رعایا اس کے لیے اپنا سب قربان کردے۔ دراصل یہ اس تصور کو پھیلانے کی طرف اشارہ ہے کہ حاکمانِ وقت کے منظورِ نظر رہ کر سب مراعات حاصل کی جاسکتی ہیں۔اسی صورت حال کا نتیجہ نوآبادیاتی دور میں مقامی معاونین کی جماعت کا تیار ہونا ہے۔ طاقت اور قوت کا استحکام اسی طور سے ممکن ہے۔ یہ اقتباس دیکھئے:

> ”میں ابھی اپنے گھر جاتا ہوں اور بیٹے کو لا کر تیرے سامنے ذبح کرتا ہوں میں اس سے ہاتھ اٹھاؤں گا بادشاہ کی سلامتی کے واسطے ہارونگا۔۔۔ وہ لڑکا نیکبخت وفادار

اسبات کو سنتے ہی کہنے لگا کہ اے قبلہ و کعبہ بادشاہ منصف و عادل ہے ایسے والی صاحب سخا اہل ہمت غریب پرور کریم بخش کے لیے ایک میں کیا ہوں۔۔۔ وہ جیتا رہیگا تو ایک عالم کا پرورش کرے گا بہتر یہی ہے کہ مجھے جلد لے چلو اور اس کے اوپر صدقے کرو تو میں سعادت دارین حاصل کروں۔"(5)

بادشاہت اس وقت کی یادگار ہے جب بادشاہ کو خدا کا درجہ حاصل تھا۔اس داستان کو اردو کے روپ میں ڈھالنا اس لیے بھی ضروری تھا کہ ہندوستانیوں کو یہ باور کرایا جاسکے کہ بادشاہ یا حاکم وقت کے لیے وفادار رہنے والوں پر کیا کیا عنایات کی جاسکتی ہیں اور یہ تصور بھی رائج نظر آتا ہے کہ وہ دوسرے بندوں یا انسانوں کی بھلائی کے لیے ایک آدھ انسان کی جان بھی لے سکتا ہے:۔

"اگر بادشاہ کی سلامتی کے واسطے اہلکار بادشاہی ایک آدمی کو رعیت میں سے مارے تو گناہ نہیں کیونکہ وہ بندہ پرور ہے۔ سینکڑوں کو پالتا ہے وہ جیئے گا تو ہر ایک شہر اس سے آباد رہیگا۔"(6)

بادشاہ سے وفاداری کا یہ بیانیہ تو تا کہانی میں ہر جگہ موجود ہے۔اس کے علاوہ نوآبادکار جس عقل اور منطق کو اولیت کا درجہ دیتا ہے۔اسی عقلمندی کا بار بار ذکر بھی داستان میں نظر آتا ہے۔طوطا جہاں خود کو عقل مند ثابت کرنے پر تلا ہوا ہے وہاں وہ مختلف داستانیں اور حکایتیں سناتا ہوا جس بات پر زور دیتا ہے۔وہ دانائی اور عقل مندی کا تصور ہے۔ طوطے کی سنائی گئی ہر داستان اور حکایت میں کوئی نہ کوئی کردار باشعور، عقل مند اور داناد کھائی دیتا ہے۔دراصل طوطا اسی ڈسکورس کو فروغ دینے کی علامت کے طور پر ابھرتا ہے جو ڈسکورس نوآبادیاتی عہد میں نوآبادکار کی طرف سے رائج ہوتا ہے جس کے مطابق سفید فام نوآبادکار نہایت عقل مند دانائی اور حکمت کا حامل ہے جبکہ مقامی فرد اس شے سے غافل غیر اخلاقی حرکات میں مبتلا ہے اور معاشرتی برائیوں کا عمل دخل مقامی باشندے کے ہاں زیادہ ہے۔اس کو عقل مند بنانے کا فریضہ نوآبادکار کو سونپا گیا ہے۔پانچویں داستان زرگر اور نجار کی بیان کرتے ہوئے طوطا عقل مندی کی اس خصوصیت کو سراہتا ہوا نظر آتا ہے۔بارہویں داستان میں خود کو حکمت و دانائی کا منبع ثابت کرتے ہوئے اس بات پر زور دیتا ہے کہ اس کا حکم مانا جائے۔اکیسویں داستان میں وہ پھر سے عقلمندوں کی خاصیت کو واضح کرتا ہے اور ان سے

مشورہ کرنے کی اہمیت خجستہ کو بتاتا ہے۔ چھبیسویں داستان تک عقل کے متعلق جاری کردہ بیانیہ توتا کہانی میں برابر نظر آتا ہے۔

رفتہ رفتہ خجستہ کا کردار طوطے کی نصیحتوں پر عمل کرنے لگتا ہے اور وہ بھی یہ فیصلہ کرنے لگتی ہے کہ اس کو اپنے محبوب میں عقلمندی دیکھنی چاہیے اگر وہ عقل مند ہو گا تو وہ اس کی طرف قدم بڑھائے گی ورنہ نہیں۔ اس ضمن میں یہ سطریں ملاحظہ کیجئے:

> ”خجستہ دردِ عشق کے مارے روتی ہوئی طوطے کے پاس رخصت لینے گئی اور اسے متفکر دیکھ کر کہنے لگی کہ اے عقلمند آج کیوں غمگیں ہے۔“(7)

> ”بلکہ تو آپ ہی نہیں جاتی اور میری باتوں میں رات گنواتی ہے ایسا نہ ہو کہ یہ بھید تیرا کھلے اور چرچا اس کا لوگوں میں پڑے تجھے ایسی حکمت سکھا دیتا ہوں۔“(8)

مزید ایک اور اقتباس دیکھئے:

> ”کیونکہ میں تیری عقل پر اعتماد تمام رکھتی ہوں اگر آج کی شب رخصت دے تو تمام عمر تیری احسانمند رہونگی اور دعائیں دیا کرونگی طوطے نے کہا اے کدبانو جو عقلمند ہوتے ہیں سو بے مصلحت کام نہیں کرتے تو خود دانشمند ہے کہ بے مشورت کے کبھی کچھ کام نہیں کرتی۔“(9)

خجستہ کے کردار میں تبدیلی کا منظر نامہ کچھ یوں ہے:۔

> ”میں یہ چاہتی ہوں کہ اپنے معشوق کے پاس جاؤں اور پہلے اس کی عقلمندی دریافت کروں اگر عقلمند پاؤنگی تو دوستی کرونگی اور نہیں تو باز رہونگی۔“(10)

جس وقت فورٹ ولیم کالج کے تحت داستانوں کے تراجم ہو رہے تھے اس وقت فکرِ معاش ادیبوں اور مترجمین سے وہی ادب پیش کرنے کا تقاضا کر رہا تھا جو حاکمانِ وقت کی منشا اور خوشنودی کے لیے اہم تھا۔ حاکمانِ وقت کے سامنے ان داستانوں اور خصوصاً توتا کہانی کے ذریعے ہندوستان کی جو معاشرتی صورت حال واضح ہوتی ہے۔ وہ ضعیف الاعتقادی میں ڈوبی ہوئی، نصیب/قسمت اور تقدیر کے فیصلوں پر اٹل یقین رکھنے والی تدبیر سے عاری، حسن و

عشق کے قصوں میں مبتلا، مافوق الفطرت عناصر پر یقین رکھنے والی، مشکلات کا حل پرندوں (طوطے) کے پاس تلاش کرنے والی، غیر اخلاقی برائیوں (دغابازی، مکروفریب، لالچ) کاہلی اور سستی کا شکار، اپنے آباؤاجداد کے کارناموں پر اور وراثتی ملکیتوں پر فخر محسوس کرنے والی، ذات پات کے نظام میں جکڑی ہوئی، بددیانتی کا شکار اور عورت کے حصول کے لیے غلامی کو گلے لگانے والی قوم کے طور پر متعارف ہوتی ہے۔ ایسے معاشرتی اور سماجی حالات وواقعات میں ان کے بگڑے ہوئے اخلاق سنوارنے کا اہم وسیلہ نوآبادکار ہی ہے جو طوطے کی مدد سے ان کو امانت میں خیانت کرنے سے روکتا ہے۔ دغابازی اور مکروفریب سے باز رہنے کی تلقین کرتا ہے۔ نمک حلالی کا درس دیتا ہے۔ نمک حرامی کی صورت میں بادشہ کے غصے سے ڈراتا ہے:

> ”جس کے واسطے قبلۂ عالم نے اتنی تکلیف کھینچی کچھ ارشاد ہوتا کہ ہم بھی اس بے ادبی سے باز رہیں اور نمک حلالی پر کمر باندھیں تب بادشاہ نے ان پر رحم کھایا۔“(11)

پانچویں داستان سناتا ہوا عقلمند طوطا زرگر اور نجار کے کرداروں کے ذریعے امانت میں خیانت کرنے سے روکتا ہے۔ طوطا ہر کہانی میں کم و بیش عورت کی بے وفائی اور بدکاری کا ذکر کرتا ہے۔ ہندوستانی معاشرے کی ضعیف الاعتقادی کے کئی ثبوت طوطے کی سنائی گئی حکایتوں اور داستانوں سے برآمد ہوتے ہیں۔ مثال ملاحظہ کیجئے:

> ”ایک پیر مرد نے کہا یہ قصہ تمہارا یہاں قیامت تک کسی سے فیصل نہ ہو گا تم سب اس شہر کو جاؤ کہ وہ کئی دن کی راہ ہے اور وہاں ایک درخت بہت پرانا ہے نام اس کا درخت کا شجرۃ الحکم کہتے ہیں جس کا مقدمہ فیصل نہیں ہوتا وہ اس درخت کے پاس جاتا ہے اس درخت سے ایک آواز نکلتی ہے کہ مدعی جھوٹا اور سچا معلوم ہو جاتا ہے۔“(12)

یہ داستان جہاں مافوق الفطرت عناصر کی پیش کش مقامی باشندوں کے اعتقادات کی جھلک دکھاتی ہے اور ان کو مختلف قصوں، حکایتوں میں الجھے ہوئے کرداروں کی صورت پیش کرتی ہے۔ وہاں تمام مشکلات کا حل نوآبادکار کے اس میاں مٹھو کے پاس موجود ہونے کی تصویر بھی پیش کرتی ہے جس کا مقصد یہ ہے کہ تمام مصائب سے چھٹکارے کے لیے طاقت ور کے رائج بیانیے کی بلاچون وچراں اطاعت اور پیروی ضروری ہے۔ اس اطاعت کی

صورت میں ہی مقامی معاونین کی ایک پوری جماعت تشکیل پاتی ہے جو اپنے مقامی بھائیوں سے بغاوت کر کے حاکمانِ وقت کو تمام راز سونپ دیتی ہے اور اس کے بدلے میں بھاری بھر کم خلعتوں سے نوازا جاتا ہے:

"خجستہ سے کہا کہ یہ وقت اچھا ہے جلد جا اور اپنے معشوق سے مل کچھ اندیشہ نہ کر خدا نہ کرے کہ کوئی مشکل تیرے آگے آویگی تو ایک ایسا حلیہ سکھادوں گا کہ وہ مشکل آسان ہو جاوے گی اور تیری حرمت رہیگی۔"(13)

تو تاہر مشکل کو حل کرنے والا اور خجستہ سستی اور کاہلی میں مبتلا اس ہندوستانی باشندے کی عکاس ہے جو صرف اور صرف داستانوں اور حکایتوں کے سہارے زندہ عمل سے عاری زندگی گزار رہا ہے۔ صرف باتوں میں مشغول، رونے دھونے اور آہ وزاری میں مبتلا خجبہ کا کردار پوری داستان میں ایک ہی عمل دہراتا ہوا نظر آتا ہے۔ جس کے اندر جرأت اور ہمت کا مظاہرہ صرف آغاز میں مینا کی موت کی صورت ہوتا ہے۔اس کے بعد وہ ایک کٹھ پتلی کا کردار ہے جو طوطے کی کہانیوں کے سہارے زندہ رہتا ہے۔ وہ پوری کہانی میں ایک ہی عمل دہراتی نظر آتی ہے۔ طوطا خجستہ کو سست اور کاہل قرار دیتا ہے:

"طوطے نے یہ داستان تمام کر کے کہا کہ اے کد بانو تو نہایت کاہلی کرتی ہے کہ اتنی دور نہیں جاتی اور ہر ایک رات مفت ہی گنواتی ہے۔"(14)

طوطے کی زبانی جن حکایات کا ذکر داستان میں موجود ہے وہ اپنی جگہ مکمل علامتی پیرایہ اظہار رکھتی ہیں۔ جہاں تیتر جنگل کا بادشاہ ہے اور بلی تیتر کی خاص رعیت کے طور پر کام کرتی ہے۔ بلی جنگل میں موجود چوہوں کو کھانے کی بجائے صرف ڈرانے دھمکانے کا کام کرتی ہے کیونکہ وہ جانتی ہے کہ انہی چوہوں کی بدولت اس کو تیتر کی طرف سے یہ مقام و مرتبہ حاصل ہوا ہے۔ دراصل یہ ہندوستان ہی ایسا خطہ تھا جہاں جنگل کا قانون تھا اور نوآبادکار تیتر کی صورت میں بادشاہت کے فرائض سرانجام دیتے ہوئے خاص رعیت کے گروہ بھی آباد کر رہا تھا مگر یہی بلی جب کسی کام کی غرض سے باہر جاتی ہے تو اس کی آل اولاد فطرت سے مجبور ہو کر چوہوں کا خاتمہ کرنا شروع کر دیتی ہے جس پر اس سے وہ تمام کو توالی کے عہدے واپس لے لیے جاتے ہیں جو اس کو سونپے گئے تھے۔اس حکایت کے پیچھے یہی بیانیہ کار فرما ہے کہ نادانی اور بیوقوفی یا سرکار سے حکم عدولی کی صورت میں تمام اختیارات چھین لیے جائیں گے اور تمام مقام

ومرتبہ اور عنایات جو خاص رعایا اور مقامی معاونین کو حاصل ہیں۔ان سے بھی محروم کر دیا جائے گا۔ان اخلاقی اسباق کے ساتھ یہ حکایات ہندوستان کی معاشی، سیاسی اور معاشرتی ضرورت کے تحت ترجمہ کی صورت میں عوام تک پہنچائی جا رہی تھیں تاکہ طاقتور طبقے کے اصل نظریہ کی ترجمانی ہو سکے۔اسی طرح سے ان حکایات میں یہ بیانیہ بھی مضبوط نظر آتا ہے کہ تیتر اقتدار پسند/مقتدرہ طبقے کی علامت ہے اور اس کی رضامندی اور خوشنودی کے بغیر جو کام سرانجام دیا گیا اس کی سزا موت ہو گی۔طاقتور کا اصل کام کمزور طبقے میں ڈر، خوف اور ہراس پیدا کرنا ہے۔اسی خوف اور ڈر کو نوآبادکار اسی لٹریچر کے ذریعے پھیلاتا ہے جو مقامی باشندوں کا تخلیق کردہ ہے۔ان حکایتوں کا انتخاب اس بات پر دال ہے تاکہ اپنی منشا کے مطابق بیانیوں کی تشہیر کی جا سکے۔حیدر بخش حیدری کا اس داستان کو منتخب کرنا بھی اسی زمرے میں آتا ہے کہ وہ بھی کسبِ معاش کے سلسلے میں کلکتہ کا رُخ کرنے کے بعد مقتدرہ یعنی انگریز سرکار کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتے تھے۔اس لیے ایسے متن کا انتخاب کیا گیا جو گلکرسٹ کی نظر سے گزرنے کے بعد باقاعدہ طور پر بیاض میں بطور اختصاریہ شائع کیا گیا۔اس کے بعد فورٹ ولیم کالج کے کرتا دھرتا کو اس کی اہمیت اور افادیت کا علم ہوا۔محمد عتیق صدیقی لکھتے ہیں:

> ”گل کرسٹ بے حد ذہین اور دور اندیش انسان تھا۔بمبئی کے ساحل پر قدم رکھتے ہی اس نے ملک زبان سیکھنی شروع کر دی تھی۔جس کا سبب تو اس نے یہ بتلایا ہے کہ پہلے ہی دن اس حقیقت کو اس نے محسوس کر لیا تھا کہ جب تک ہندوستانی زبان پر وہ کلی عبور حاصل نہ کر لے گا اس وقت تک یہاں کی زندگی سے وہ لطف اندوز نہ ہو سکے گا لیکن اس کا ایک وزنی سبب اور بھی رہا ہو گا۔۔۔اس کے ذہن رسا نے یہ اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ ہندوستان کا بوڑھا جاگیردارانہ نظام اس کے وطن کے نوخیز تجارتی سامراج کے مقابلے میں ٹک نہ سکے گا۔“(15)

یہی وہ حالات و واقعات اور ذہنی اپروچ تھی جس کی بنا پر ہندوستان کے ادبی سرمایہ خصوصاً داستانوں کو اردوئے معلیٰ کے قالب میں ڈھالا گیا۔توتا کہانی میں موجود حکایتیں حیوانات کی دانش سے متعلق ہیں مگر ان کے براہِ راست اظہار کے باوجود کی پوشیدہ پہلو نوآبادکار کی حکمت عملی کو سامنے لاتے ہیں جو ”توتا کہانی“ کا متن قرأت در

قرأت کا متقاضی ہے اور ہر پڑھت نئے معنی اور مفاہیم کا باب کھلونے میں کامیاب ہوتی ہے۔ ہر داستان، حکایت اور نقل میں شاعری کی مختلف اصناف سے قاری متعارف ہوتا ہے۔ ان اصناف میں بیت، دوہا، رباعی، فرد، اشعار کی صورت موجود ہے۔ یہ بیت، قطعہ، فرد نہ صرف خجستہ کی زبانی ملتے ہیں بلکہ طوطا بھی ان کو ادا کرتا ہے اور حکایتوں، نقلوں اور داستانوں کو میں موجود کردار بھی ان کے سہارے اپنے جذبات کی عکاسی کرتے ہیں۔ اس وقت کا ہندوستان قافیہ، ردیف اور شعر و سخن کا رسیا تھا۔ خالصتاً ہندوستانی تہذیب و معاشرت سے روشناس ہونے کے لیے انگریز سرکار کے لیے ایسی داستانوں کا مطالعہ ضروری تھا۔ خجستہ کا جو لباس زیب تن کرنا، سجنا سنورنا بھی خالصتاً ہندوستانی معاشرت اور ثقافت کا اہم نقش ہے۔ اس کے علاوہ کئی کہاوتیں اور ضرب المثل جو صرف ہندوستان کے اس خطے سے وابستہ ہیں ان کا حوالہ بھی بار بار داستان میں در آتا ہے۔ حیدر بخش حیدری کو اس داستان سے پہلے تین کتابوں پر انعامات سے نواز جا چکا تھا۔ ان عنایات کا سلسلہ جاری و ساری رہا۔ اس لیے حیدری نے سب سے زیادہ کتابیں تالیف کیں اور بطور منشی فورٹ ولیم کالج میں اپنی خدمات سرانجام دیں۔ اس سلسلے میں شیمہ رضوی کچھ یوں رقمطراز ہیں:

> ''ہندوستانی مصنفین کو انعام دینے کے لیے گل کرسٹ نے جو فہرست مصنفین و تصنیفات کی کونسل کے سامنے ۱۹ اگست ۱۸۰۳ء کو پیش کی تھی۔ اس میں حیدری کی تصنیف ''گلدستۂ حیدری'' (صفحات ۳۰۰) پر گل کرسٹ نے مبلغ دو سو روپیہ اور حیدری کی دوسری کتاب ''حاتم طائی'' یعنی ''آرائشِ محفل'' (صفحات ۳۰۰) پر چار سو روپے انعام دینے تجویز کیا تھا جو کتابیں طباعت کے لیے تیار کی جا رہی تھیں۔ ان میں حیدری کی ''جامع القوانین'' (صفحات ۲۰۰) کا نام بھی تھا۔ اس پر گل کرسٹ نے ۱۰۰ روپے انعام دینا تجویز کیا تھا۔'' (16)

نوآبادیاتی عہد میں ان ادیبوں کو سرکار کی خاص سرپرستی حاصل تھی اور ماہانہ معاوضہ کے علاوہ انعامات سے بھی نوازا جاتا تھا۔ ایسی صورت میں ان ادیبوں کا ایسا متن تلاش کرنا جو حاکمانِ وقت کے لیے مفید اور طاقت کے ڈسکورس کو استحکام بخشتا ہو، نوآبادکار کے لیے کسی نعمت سے کم نہ تھا۔ حیدر بخش حیدری خود اپنی کتابوں کے دیباچے میں انگریز سرکار کو جس احترام اور رتبے سے نوازتے ہیں وہ منظر قابل دید ہے۔ ملاحظہ کیجئے:

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 39, Issue No. 2, December 2023

"حیدر بخش متخلص حیدری۔۔۔شاگرد غلام حسین خان غازی پور دست گرفتہ صاحب عالیجناب سخندان آبرو بخش سخنوران معدن مروت چشمۂ فتوت دریائے جود و کرم منبع علم و حلم صاحب والا شان و جان گلکرسٹ صاحب بہادر دام اقبال، کا ہے۔" (17)

ان تمام باتوں کو مد نظر رکھتے ہوئے یہ کہنا بے جانہ ہوگا کہ نوآبادیاتی عہد کی یادگار یہ داستانیں اپنے اندر وسعتِ معانی کا ایک خزانہ رکھتی ہیں جو اس وقت کے ادیبوں کی معاشی حالت کا حال بھی بیان کرتی ہیں اور طاقت ور طبقہ کی حکمرانی، اس کی سازشوں اور طاقت کے استحکام کے لیے تشکیل دی جانے والی پالیسیوں کو بھی واضح کرتی ہیں۔ توتا کہانی کا متن نئی پڑھت کا متقاضی ہے۔

Published by:
Department of Urdu
Bahauddin Zakariya University, Multan (Pakistan)-60800
Website: https://jorurdu.bzu.edu.pk/website/

Journal of Research (Urdu)
ISSN (P): 1726-9067, ISSN (E):1816-3424
Volume No. 39, Issue No. 2, December 2023

حوالہ جات

1۔ حیدر بخش حیدری, طوطا کہانی، (لاہور: جے ایس سنگت سنگھ اینڈ سنز تاجران کتب، س۔ن)، ص1

2۔ سید حیدر بخش حیدری دہلوی، گلشن ہند، (دِلّی: علمی مجلس انڈیا، 1967ء)، مرتبہ: مختارالدین احمد، ص16

3۔ حیدر بخش حیدری، طوطا کہانی، ص3

4۔ ایضاً، ص4

5۔ ایضاً، ص9

6۔ ایضاً، ص10

7۔ ایضاً، ص21

8۔ ایضاً، ص26

9۔ ایضاً، ص38

10۔ ایضاً، ص46

11۔ ایضاً، ص62

12۔ ایضاً، ص19

13۔ ایضاً، ص27

14۔ ایضاً، ص29

15۔ محمد عتیق صدیقی، گل کرسٹ اور اس کا عہد، (دہلی: لبرٹی آرٹس پریس، 1979ء)، ص30

16۔ شیمہ رضوی، اردو کے فروغ میں حیدر بخش حیدری کا حصہ، (لکھنؤ: لکھنؤ یونیورسٹی، 2008ء)، ص53

17۔ حیدر بخش حیدری، طوطا کہانی، ص10